92/12

اشکِ خوں

120070

یعنی

THE IQBAL ACADEMY KARACHI.

ترکیب بند

جو حضور ملکۂ معظمہ مرحومہ محترمہ کے انتقالِ
پُرملال پر مسلمانانِ لاہور کے ایک ماتمی جلسہ
میں پڑھا گیا

از

خاکسار اقبال

مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور میں باہتمام منشی محمد عبد العزیز مینیجر طبع ہوا

1901

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بند اوّل

اے آہ آج برقِ سرِ کوہسار ہو
یا تیر بن کے سینۂ کلیجے سے پار ہو
ہو ٹکڑے ٹکڑے ٹوٹ کے اے رشتۂ نفس
اے مرغِ روح بازِ اجل کا شکار ہو
اے دامنِ دریدۂ پیراہنِ حیات
ہاں آج زیبِ دیدۂ خونابہ بار ہو
پھرتے ہیں ڈھونڈتے اجلِ ناگہاں کو ہم
ہاں اے حیاتِ خضر نگاہوں میں خوار ہو
اے افسری کے تاج گریباں کو چاک کر
اے کرسیٔ طلائے شہی سوگوار ہو
اے دل اگر جفا طلبی کا مذاق ہے
مرہونِ تلخیٔ ستمِ روزگار ہو
پسنے کا جب مزا ہے کہ اے آسیائے غم
ہم پیس پیس کے جان اپنی مثالِ غبار ہو
ہمت اُٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لئے
اقبال اُٹھ کے خاکِ سرِ رہگذار ہو
مدت کے بعد تجھ کو ملے ہیں غمِ فراق
ہم تجھ پہ صدقے جائیں تو ہم پر نثار ہو
چلتے رہِ حیات مگر گھات میں خوشی
کونے لگی ہوئی نہ سرِ رہگذار ہو

آئی اِدھر نشاط اُدھر غم بھی آگیا
کل عید تھی تو آج محرّم بھی آگیا

بند دوم

ہاں اے ہلالِ عید خدا کی قسم تجھے
خواہانِ عیش کیا نظر آتے ہیں ہم تجھے
اے جامِ بزمِ عید مقدر یہ تھا ترا
لبریز کرنے آئے مئے اشکِ غم تجھے

ایسی گھڑی ہیں تیری اُفق پر ہوئی نمود
سمجھا کوئی نہ حلقۂ ماتم سے کم تجھے

اہین تھے غم سے ہم مگر اے خنجرِ ستم
کرنے تھے ذبح طائرِ بامِ حرم تجھے

کھلتی ہے کچھ ہمارے مقدّر پہ یہ کجی
سمجھا نہیں نظر میں ہماری یہ خم تجھے

تیغِ ستم سے بڑھ کے رہیں تیری تیزیاں
ہم اپنے لب سے مانگ کے دیتے ہیں دم تجھے

بیماریٔ نشاط اگر ہے تو صبحِ غم
پڑھ کر کریگی سورۂ والحشر دم تجھے

ہاں اے شعاعِ ماہِ شبِ اوّلِ طرب
دل جانتا ہے تیرِ کمانِ ستم تجھے

صورت وہی ہے نام ہیں رکھا ہوا ہے کیا
دیتے ہیں نام ماہِ محرم کا ہم تجھے

اے شامِ عید اپنے مہِ نو سے پوچھ لے
سمجھا ہوا ہوں صبحِ دیارِ عدم تجھے

کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے
اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے

بند سوم

قرباں ہیں تیرے اے ستمِ روزگار آج
آنکھوں ہیں ہر نگہ بھی ہوئی اشکبار آج

اس درد و رنج و غم سے تو آسان تھی یہی
محشر کی صبح ہو نہ گئی آشکار آج

دل کا تو ذکر کیا ہے کہ دل کا قرار بھی
سیماب کی طرح سے ہوا بے قرار آج

سوزِ الم نے جاں کو جلایا ہے اس طرح
کانونِ دل سے اُٹھتے ہیں غم کے شرار آج

ناکامیوں نے اس کو شادی کی کیا خبر
اُمیدِ دل ہیں پھرتی ہے دیوانہ وار آج

ہاں اے دلِ حزیں الموں کا یہ دور ہے
ہو طوفِ شمعِ غم تجھے پروانہ وار آج

مثلِ سموم تھی یہ خبر کس کی موت کی
گلزارِ دل ہیں اُگنے لگے غم کے خار آج

پژمردہ ہو گیا گلِ بستانِ افسری
خوں رو رہی ہے باغِ جہاں ہیں بہار آج

اقلیمِ دل کی آہ شہنشاہ چل بسی
ماتم کدہ بنا ہے دلِ داغدار آج

تو جس کی تختگاہ تھی لے تختگاہ دل
رخصت ہوئی جہان سے وہ تاجدار آج

فرماں نہ ہو دلوں پہ تو شانِ شہی نہیں
سونے کا تاج کوئی نشانِ شہی نہیں

بندِ چہارم

شاہی یہ ہے کہ اَور کا غم چشمِ تر میں ہو
شاہنشہی پہ شان غریبی نظر میں ہو

شاہی یہ ہے کہ آنکھ میں آنسو ہوں اَور کے
چلّائے کوئی درد کسی کے جگر میں ہو

غم دل میں اَور کا ہو خوشی دل میں اَور کی
کوئی گرے شکست کسی کی کمر میں ہو

بے تابیاں جو اَور کی ہوں اپنے دل میں ہوں
جو درد اَور کا ہو وہ اپنے جگر میں ہو

پامالِ فکرِ غیر رہے تخت گاہ بر
آئے کسی پہ تیغ کسی کی سپر میں ہو

معمور ہو شرابِ محبت سے جامِ دل
جو دل میں ہو نہاں وہ نمایاں نظر میں ہو

جو بات ہو صدا ہو لبِ جبرئیل کی
تقدیر کی مرادِ دلِ دادگر میں ہو

ہو چشمِ معدلت کے ستارہ کی روشنی
مانگے اماں عدو تو مروت نظر میں ہو

شُہرت سکے آسمان پہ روشن ہو اِس طرح
ہو مہر میں وہ نور نہ وہ ضو قمر میں ہو

فرمان ہو دلوں کی ولایت میں اس طرح
جس طرح نور رشتۂ تارِ نظر میں ہو

اے ہند تیرے چاہنے والی گزر گئی
غم میں ترے کراہنے والی گزر گئی

بندِ پنجم

اے بحرِ حکمراں جو زمینوں کی تھی گئی
آغوشِ موج جس کے سفینوں کی تھی گئی

نہریں رواں ہوں خون کی چشمِ حباب سے   وہ آبرو جو تیرے خزینوں کی تھی گئی
وردِ اجل کی تاک بھی کیسی غضب کی تھی   انگشتری جو دل کے نگینوں کی تھی گئی
اے ہند تیرے سر سے اُٹھا سایۂ خدا   اک غمگسار تیرے حزینوں کی تھی گئی
اے ہند جو فضیلتِ نسواں ہیں اک دلیل   تیرے گھروں کی پردہ نشینوں کی تھی گئی
ہو سوگوار آج خواتینِ ہند تم   جو آستاں تمہارے شبینوں کی تھی گئی
خونیابہ بار آج ہو اے چشمِ سلطنت   واقف جو تیرے سارے قرینوں کی تھی گئی
اے سالِ قرنِ نو یہ ستم تو نے کیا کیا   عزت وزا جو تیرے مہینوں کی تھی گئی
تو آج سر بخاک ہو سیارۂ زمیں   رونق جو تیرے سارے مکینوں کی تھی گئی
صرفِ بکا ہے جانِ سلاطینِ روزگار   ولیز جس کی عید جبینوں کی تھی گئی

ہو موت میں حیات ممات اِس کا نام ہے
صدقے ہو جس پہ خضر وفات اِس کا نام ہے

بند ششم

جانِ نزار آ کے لبوں پہ اٹک گئی   آنکھوں سے خون بن کے تمنا ٹپک گئی
روزِ طرب جہاں میں سیہ پوش ہو گیا   اے روزگارِ غم تیری قسمت چمک گئی
آئی جو پاس خنجرِ عریاں لئے ہوئے   ڈر کر اُمید گوشۂ دل میں دبک گئی
جادو نگاہِ دیدۂ صیاد تھی کوئی   دیکھا جو آنکھ بھر کے تو بلبل پھڑک گئی
اے شمعِ بزمِ ماتمِ سُلطانۂ جہاں   کیا تھی جھلک تری کہ ثریا تلک گئی
ماتم بھی وہ دیا کہ ہزاروں میں ایک ہے   آنکھ اپنی انتخابِ فلک پر پھٹک گئی
لالی اُفق پہ آنکھ نے دیکھی جو شامِ عید   اِک بات تھی کہ خونِ جگر کو کھٹک گئی
سمجھی ہے اپنے آپ کو آئی ہوئی اجل   لو میری خامشی سے قضا بھی بہک گئی

اے درد آ مرے چمنِ دل کی سیر کر
غم کی کلی ہوائے نفس سے چٹک گئی

اے دردِ جاں گداز خدا کے لئے نہ تھم
ہم بھی اُٹھیں گے ساتھ جو تیری کسک گئی

ہر آنکہ دل بریزشِ طوفاں نہادہ ہے
مژگانِ چشم کیا رگِ ابرِ کشادہ ہے

بند ہفتم

ماتم میں آ رہے ہیں یہ ساماں کئے ہوئے
داغِ جگر کو شمعِ شبستاں کئے ہوئے

تاریک ہو گیا ہے زمانہ مگر قضا
آجائے غم کی شمع کو سوزاں کئے ہوئے

رکھتا ہوں طائرِ دلِ رنگیں نوا کو میں
پہلو کو غیرتِ چمنستاں کئے ہوئے

لکھتا ہوں شعر دیدۂ خونبار سے مگر
کاغذ کو رشکِ بابِ گلستاں کئے ہوئے

ماتم میں لے گیا ہوں دلِ پاش پاش کو
آزادیِ جاں گدازیِ درماں کئے ہوئے

ہر زخمِ دل کو ماتمِ خاتونِ دہر میں
بیٹھے ہیں مستِ ذوقِ نمکداں کئے ہوئے

مغرب کے آسماں پہ چمکتی ہے تیغِ غم
جوہر کو نازدارِ رگِ جاں کئے ہوئے

لے اے عروسِ ہند تری آبرو گئی
آنکھوں کو اشکِ غم سے دُرافشاں کئے ہوئے

برطانیہ تو آج گلے مل کے ہم سے رو
سامانِ بحر ریزیِ طوفاں کئے ہوئے

بوتے ہیں نخلِ آہ کو باغِ جہاں میں ہم
ممنونِ آبِ دیدۂ گریاں کئے ہوئے

آہم چو سرو در چمنِ روزگار ماند
ایں مصرعِ بلند ز من یادگار ماند

بند ہشتم

کیا منزلِ عدم کو ہمارا نفس گیا
یہ سب سے پہلے صورتِ بانگِ جرس گیا

ہاں اے ہجومِ غم تیرے قربان جاؤں میں
اُجڑا ہوا تھا شہر مرے دل کا بس گیا

ہو ہو کے پُرزے خارِ غمِ سینہ سوز سے
تن سے نکل کے دامنِ موجِ نفس گیا

ایسا اثر ہے گریۂ آہن گداز میں
اشکوں کے ساتھ دل کے ہمارا قفس گیا

اُٹھا وہ ابر گوشۂ مغرب سے شعلہ ریز
مشرق سے بڑھ کے ہند پہ آکر برس گیا

صدمہ پڑا وہ آ کے کہ ٹوٹا ہے بند بند
کیا مرغِ روح توڑ کے اپنا قفس گیا

نکلا وہ مارِ صحنِ گلستانِ عیش سے
دل کو جگر کو سینے کو پہلو کو ڈس گیا

اے روز تو پہاڑ تھا یا غم کا روز تھا
دن بن کے تو چڑھا تھا پہ ہو کر برس گیا

لا گلشنِ عدم سے اُسے اے سمومِ غم
بوئے گُلِ اجل کو مرا جی ترس گیا

آنکھوں کی راہ کیوں نہ گیا بن کے جوئے خوں
دم بھی گیا تو لے کے یہ جی میں ہوس گیا

شہرہ ہوا جہاں میں یہ کس کی وفات کا
ہے ہر ورق سیاہ بیاضِ حیات کا

بند نہم

ہاں بھولنا نہ موجۂ بادِ سحر کہیں
ہو مُلکِ نیستی میں جو تیری گزر کہیں

مانگی تھی ہم نے آج اجل کے لئے دُعا
صدقے نہ ہو گیا ہو دُعا پر اثر کہیں

ٹلتی نہیں ہے شورِ بُکا سے اجل کبھی
اس تیغِ جانستاں کی نہیں ہے سپر کہیں

دونی تھی جن کی شان سے ہیروں کی آبرو
وہ آج کر گئے ہیں جہاں سے سفر کہیں

اے کوہِ نور تو نے تو دیکھے ہیں تاجور
دیکھا ہے اس طرح کا کوئی تاجور کہیں

دیتے ہیں تجھ کو دامنِ کہسار کی قسم
اس شان کا ملا ہے تجھے دادگر کہیں

بن کر چراغ سارے زمانے میں ڈھونڈنا
کہنا ہمیں بھی آئے جو ایسا نظر کہیں

جس کی ضیا سے آنکھ چکا چوند تھی تری
دنیا میں اب نہیں وہ جبیں جلوہ گر کہیں

تو کیا کسی پہ گوہرِ جاں تک نثار ہے
صورت تری ہے اشکِ جگر سوز کی طرح
پیدا جہاں میں ہوتے ہیں ایسے بشر کہیں
قربان ہو نہ جائے ہماری نظر کہیں

ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے
گھلتا تھا جسپہ تو یہ جنازا اسی کا ہے

بند دہم

پیغامِ خانہ سوزیٔ دل بار بار دے
فرصت نہ دو گھڑی نفسِ شعلہ بار دے
زورِ جنوں میں جائے جو دشتِ عدم کو دل
پہلے قدم پہ جامۂ ہستی اُتار دے
پھونکا ہے غم کی آگ نے جانِ نزار کو
ہم کو تسلیاں دلِ آشفتہ کار دے
جس کا دلوں پہ راج ہو مرتا نہیں کبھی
صدہا ہزار گردشِ دوراں گزار دے
رہتا ہے دل میں صورتِ حرفِ نگیں وہ نام
شُہرت جسے جہان میں پروردگار دے
وکٹوریا مُرد و کہ نامِ نکو گزاشت
ہے زندگی یہی جسے پروردگار دے
اے غم کشانِ دورۂ شاہی خدا تمہیں
اِس دردِ جانگداز میں شکیب و قرار دے
رفتار اس کے نقشِ قدم پر کرے نصیب
یہ عہدِ یاوری کی تمہیں یادگار دے
اے باغِ ہند تیری خیاباں بجائے گُل
موتی مثالِ دامنِ ابرِ بہار دے
پژمردہ کر گئی ہے یہ بادِ خزاں تجھے
صد نو بہارِ ناز تجھے روزگار دے

مرحوم کے نصیب ثوابِ جزیل ہو
ہاتھوں میں اپنے دامنِ صبرِ جمیل ہو

IQBAL ACADEMY * KARACHI * PAKISTAN